

Haasid

[بہائی صاحب ! یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں۔ ہم نے ماریہ سے ایسا کوئی تقاضا نہیں کیا۔ طیبہ خاتون حیرت اور صدمے کی زیادتی سے سامنے بیٹھے بیٹھے اور اس کے سر اعجاز صاحب کو دیکھ رہی تھیں۔ دیکھیں بہن! ماریہ نے خود ہمیں فون کر کے کہا ہے۔ وہ بری طرح رو بھی رہی تھی۔ کہہ رہی تھی کہ اگر ہم نے اس کی عیدی نہ بھیجی تو سسرال میں اس کی سبکی ہوگی۔ ساس اور جٹھانیاں طعنے دیں گی کہ اس کے میکے سے کچھ نہیں آیا۔ تو بہن! میں نے یہ مناسب سمجھا کہ آپ سے براہ راست بات کر لوں کہ میں اپنی سبزی کی دکان سے بمشکل اتنا کما پاتا ہوں کہ گھر کی دال روٹی پوری کر سکوں۔ پانچ بیٹیوں کا باپ ہوں۔ دو کی شادی بڑی مشکل سے کی ہے، محلے کے مخیر حضرات مدد نہ کرتے تو یہ بھی میرے لیے ممکن نہ تھا۔ باقی تین بھی شادی کی عمر کو پہنچ رہی ہیں۔ اس بڑھاپے میں اپنا فرض بھی پورا کر سکوں تو بڑی بات ہے۔ میں اس غربت میں شادی شدہ بیٹیوں کے سسرال کے تقاضے پورے نہیں کر سکتا۔ آپ بھلے مانس لوگ ہیں۔ امید ہے آپ میری مجبوری سمجھیں گے اور میکے سے عیدی نہ آنے پر میری بیٹی کو باتیں نہیں سنائیں گے۔“ آخر میں ان کی آواز بھرا گئی اور سر پر رکھے رومال سے آنکھیں صاف کرنے لگے اور طیبہ خاتون صدمے سے گنگ ان کی تسلی کے لیے ایک لفظ بھی نہیں بول پا رہی تھیں۔ لیکن عثمان غصے سے اٹھا، ماریہ کو آواز دیتا ہوا باہر نکلا اور پھر اسے بازو سے پکڑ کر اندر\xa0 لے آیا۔ ماریہ ! اب اپنے بابا کے سامنے ذرا سچ بولو کہ کب ہم نے تم سے عیدی وغیرہ کا تقاضا کیا ہے اور کب بھابی اور امی نے تمہیں طعنے دیئے ہیں۔“ اس نے اعجاز صاحب کی وجہ سے بڑی مشکل سے اپنے غصے کو کنٹرول کیا ہوا تھا تو دوسری طرف ماریہ شرمندگی سے نظر ہی نہیں اٹھا پا رہی تھی۔ ماریہ میں تم سے کچھ پوچھ رہا ہوں۔“ عثمان نے بڑی سختی سے اسے کندھے سے پکڑ کر جھنجھوڑا تھا۔ جو کہ اس کا خاصا نہ تھا۔ بابا ! میں نے جھوٹ بولا تھا۔ اصل میں امی بھی تلاء (نند) کی عیدی کی تیاری کر رہی تھیں اور بھابیوں کے گھر سے بھی عیدی آئی تو میرا دل بھی چاہا کہ میرے گھر سے بھی عیدی آئے، اس لیے میں\xa0 نے فون کیا۔ وہ نظریں ملانے بغیر بول رہی تھی۔ لیکن ماریہ! تم رو رہی تھیں کہ سسرال والے تمہیں طعنے دیتے ہیں؟ سادہ سے بابا نے اس کا بالکل بھی بھرم نہ رکھا۔ وہ اس لیے کہا تا کہ آپ لوگ ہر حال میں میری بات مانیں۔ ڈرتے ڈرتے عثمان کی طرف دیکھتے ہوئے بولی تھی۔ بیٹا ! یہ لوگ تو پرانے تھے، کچھ کہتے بھی تو اتنا دکھ نہ ہوتا لیکن تم تو میری اپنی بیٹی ہو گھر کے حالات سے واقف ہو۔ تمہیں اپنے آپاچے باپ کا خیال نہ آیا۔ انہوں نے اپنی بیساکھی اور ٹانگ کی طرف اشارہ کیا۔ جو ایک روڈ ایکسیڈنٹ کی وجہ سے کٹ گئی تھی اور ان کی اچھی بھلی نوکری ختم ہو گئی، جس کی وجہ سے انہوں نے گھر کا نظام چلانے کے لیے محلے میں ہی سبزی کی دکان بنالی۔ وہ بڑے دکھ سے اپنی خود غرض بیٹی کو دیکھ رہے تھے جس سے کچھ بن نہ پڑا تو بھاگتے ہوئے باہر چلی گئی۔\xa0 اعجاز صاحب تو بیٹی کی طرف سے معافی مانگتے ہوئے گھر چلے گئے لیکن طیبہ خاتون کی چپ نہ ٹوٹی۔ ہنسنے بستے گھر میں ایک فرد کی وجہ سے گھر کی فضا بوجھل اور بے سکون ہو گئی۔\xa0 طیبہ خاتون نے یہ کہہ کر اپنے کمرے کا دروازہ بند کر لیا کہ، ”مجھے کوئی تنگ نہ کرے“ عثمان نے آگے بڑھ کر کچھ کہنا چاہا لیکن انہوں نے ہاتھ کے اشارے سے روک دیا۔ عثمان بے بسی سے اپنا سر تھام کر وہیں بیٹھ گیا۔ وہ ماریہ کی طرف دیکھ بھی نہیں رہا تھا جو سب کی نفرت بھری نظروں سے ڈر کر ایک کونے میں مجرم کی طرح کھڑی تھی۔ اسے اندازہ نہ تھا کہ اس کی بات کا یوں بنتگڑ بن جائے گا لیکن عثمان کو امی کی بہت فکر ہو رہی تھی۔ چھوٹا ہونے کی وجہ سے وہ اپنی ہاں کے بہت قریب تھا۔ بڑے دو تو آرمی میں تھے لیکن وہ اپنے ہی شہر میں ایک پرائیوٹ کمپنی میں نوکری کرتا تھا اور گھر میں ہی ہوتا تھا۔ بھابی! آپ امی سے بات کریں کہ وہ دروازہ کھول دیں۔ ہم سب میں آکر بیٹھیں، مجھے ان کی بہت فکر ہو رہی ہے۔ کہیں ان کا بی پی نہ شوٹ کر جائے۔ ایسا لگ رہا تھا، وہ ابھی رو دے گا۔ تم فکر نہ کرو، میں کوشش کرتی ہوں۔ صبا بھابی اسے تسلی دیتی کمرے کی طرف بڑھیں۔ عثمان نے بچوں کو دیکھا جو اپنے چاچو کو خوب تنگ کرتے تھے اور گھر میں اودھم مچاتے رکھتے تھے، اب سہمے ہوئے دروازے پر نظریں جمائے بیٹھے تھے کہ کب ان کی شفیق دادو باہر آئیں گی۔ اور پھر طیبہ خاتون باہر آئیں لیکن انہوں نے جو کچھ کہا اس سے عثمان بل کر رہ گیا۔ وہ سب اس وقت لاؤنج میں بیٹھے تھے اور ان کے فیصلے سے سب ہی شاک تھے۔ ہاں عثمان ! ہم سب کے لیے یہی بہتر ہے کہ تم ماریہ کو لے کر علیحدہ ہو جاؤ۔ حد سے زیادہ سرخ ہوئی آنکھوں کے ساتھ وہ بڑے بے تاثر لہجے میں بولی تھیں۔ امی! آپ ماریہ کی غلطی کی سزا مجھے کیوں دے رہی ہیں۔ مجھے خود سے جدا کیوں کر رہی ہیں۔ آپ جانتی ہیں میں آپ کے بغیر نہیں رہ سکتا۔ وہ چھوٹے بچوں کی طرح بات کرتا ان کے قدموں میں بیٹھا تھا۔ نہیں بیٹا! میں کون ہوتی ہوں سزا دینے والی۔ یہ بس اپنے بچوں کی بھلائی کے لیے ایک ماں کا فیصلہ ہے۔“ انہوں نے پیار سے اس کے بال سنوارے تھے۔ عیدی دینے کی رسم خدانخواستہ فرض نہیں۔ بس خوشی منانے کا ایک طریقہ ہے۔ لیکن اس نے دوسروں کی دیکھا دیکھی عیدی کے لیے اپنے ماں باپ کو کتنا مجبور کیا کہ وہ ہمارے پاس آ کر اپنا دکھ بیان کر رہے ہیں۔ کسی چیز کی خواہش ہونا بڑی بات نہیں لیکن اس کی تعمیل کے لیے دوسروں کو انیت دینا بری بات ہے۔ اپنوں کی آسانی کے لیے دل کو مارنا پڑتا ہے، اس کو اپنی خود غرضی میں باپ کی غربت نظر نہیں آئی۔ اسے ان کے دکھوں کا احساس نہیں جن کے ساتھ یہ چوبیس سال گزار کے آئی ہے تو ہماری کیا بنے گی جن کے ساتھ رہتے اسے چند مہینے ہوئے ہیں اور اسے یہ بھی اندازہ نہیں کہ اس نے ایک چھوٹی سی خواہش کی تکمیل کے لیے کتنا بڑا جھوٹ بول کر ہماری عزت خاک میں ملا دی تمہارے ابا مرحوم کہتے تھے کہ عزت سے بڑی کوئی دولت نہیں ہوتی اور اللہ کا شکر ہے کہ اس نے ہمیں جھولی بھر کر اس دولت سے نوازا ہے لیکن کیا ہم اس کے میکے اور جاننے والوں میں عزت دار کہلائیں گے؟ نہیں نا۔“ وہ ماریہ کی طرف دیکھے بغیر بات کر رہی تھیں۔ جو کاتو تو بدن میں لہو نہیں کی تفسیر بنے کونے میں دیکی ہوئی تھی۔ اور بیٹا سب سے بڑی بات یہ لوگ اپنے رب کی تقسیم پر راضی نہیں ہوتے۔ نصیب سے لڑتے ہیں، اپنی نظر بد اور عمل بد سے دوسروں کی خوشیوں کو کھا جاتے ہیں، اس کی مثال تمہارے سامنے ہے۔“ انہوں نے عثمان کو دیکھتے ہوئے سب گھر والوں کو اشارہ کیا تھا، جن کے چہروں پر اداسی رقع تھی۔ لیکن امی ! اس دفعہ ماریہ کو معاف کر دیں۔\xa0 آئندہ ایسا نہیں کرے گی، میں اس کی ضمانت دیتا ہوں۔ وہ بہت مضطرب لگ رہا تھا۔ بیٹا! اگر یہ یہاں رہی تو میکے والوں اور تمہارے لیے مشکلات پیدا کرے گی۔ اس کے اس ایک عمل سے میں نے اس کی فطرت کو پالیا ہے اور فطرت نہیں بدلتی۔ یہاں رہتے ہوئے اس نے صبا اور سائرہ سے مقابلہ کرنا ہے۔“ انہوں نے اپنی بیٹی اور بہوؤں کا نام لیا اس نے ہر معاملے میں اپنا اور ان کا موازنہ کرنا ہے جو کہ ممکن نہیں۔ میں تمہیں ایک چھوٹی سی مثال دیتی ہوں،

صبا (بہو) ان کی اکلوتی جیسے تمہاری ہانہ پیدا ہوئی، تو اس کے ننھیال والوں نے اسے سونے کا سیٹ دیا ہے کیونکہ بیٹی ہے تو انہوں نے اپنی خوشی سے ایک قیمتی تحفہ دیا ہے اور اگر ماریہ ان سے مقابلہ کرتے میکے والوں سے عیدی مانگ سکتی ہے تو کل بچے کی پیدائش پر اپنے میکے والوں سے ایسے ہی قیمتی تحفے کی ڈیمانڈ بھی کر سکتی ان کی بات پر ماریہ کا سر مزید چھک گیا تھا کیونکہ حقیقتاً اس کے دل نے یہ خواہش کی تھی، یہ اس کی عادت تھی کہ جو چیز دوسرے کے پاس ہوتی وہی اسے پسند آئی تھی۔ اسی طرح یہ تم سے بھی ایسی ہی تو قعات کی امید رکھ سکتی ہی جو تمہاری اوقات سے بڑھ کر ہوں۔ ”عثمان نے بڑی نیکھی نظروں سے ماریہ کو دیکھا، جو کب سے اسے ہنی مون پر\xa0 کے جانے کے لیے اکسا رہی تھی جو کہ چھٹی نہ ملنے کی وجہ سے ممکن نہ تھا اور اخراجات کی وجہ سے بھی ممکن نہ تھا کیونکہ شادی پر اتنا خرچ ہو گیا تھا کہ اب وہ مزید کسی فضول خرچی کا متحمل نہیں ہو سکتا تھا اور ماریہ جب بھی یہ فرمائش کرتی ثنا کی مثال ضرور دیتی جس کی شادی اس کے ساتھ ہوئی تھی\xa0 تو بیٹا ! جب یہ علیحدہ رہے گی تو کم سے کم لوگوں سے اپنا موازنہ\xa0 کرے گی۔ اپنا تجزیہ کرے گی۔ اسے اپنی غلطی کا احساس ہوگا اور جب تمہارا دل گواہی دے کہ ماریہ بدل گئی ہے تو اس گھر کے دروازے تمہارے لیے ہمیشہ کھلے ہیں۔ یہ تمہارے بابا کا گھر ہے، یہاں تمہارا برابر کا حق ہے۔ اس بات کو ایک ماں کی تجویز سمجھ لو، جو تمہاری بھلائی کے لیے ہے۔ امی ! اس کے شر سے سب کو بچا رہی ہیں تو سیدھا مجھے سے یہ کیوں نہیں کہتیں کہ میں اسے چھوڑ دوں، جو اپنے حسد سے ذلیل بھی کرتی ہے اور خوشیاں بھی پیتی ہے۔ ”اس نے بڑی شکوہ کتاں نظروں سے ماں کو دیکھتے ہوئے کہا تھا۔ طیبہ خاتون نے مسکراتے ہوئے اپنے اس سعادت مند بیٹے کو دیکھا تھا۔ میں ایسا کام کیوں کہوں جو اللہ تعالیٰ کا نا پسندیدہ ہے۔ وہ تمہاری بیوی ہے، تمہاری ذمہ داری ہے اس کی اصلاح کا ذمہ بھی حقیقتاً تمہارا ہے۔ تمہارا اور اس کا رشتہ بہت مضبوط ہے۔ تم اس کی غلط بات کو بھی نظر انداز کر سکتے ہو لیکن یہاں رہنے والوں سے اس کا ایسا رشتہ نہیں کہ وہ اس کی غلطیوں کو برداشت کریں۔ اس کے ایک عمل نے سب کو بددل کر دیا ہے۔ اب گھر کی فضا پہلے جیسی نہیں رہ سکتی۔ اس کی نند اور جٹھائیاں حتیٰ کہ میں بھی پہلے کی طرح اپنی خوشیاں اس سے شیئر نہیں کر سکتی، جب دلوں میں کدورت ہو تو مل کر رہنے کا کیا فائدہ یہ کہہ کر وہ رکیں نہیں اور کمرے میں چلی گئیں اور ان کے پیچھے سب چل دیے، سوائے عثمان اور ماریہ کے۔ عثمان نے صرف ایک نظر ماریہ کو دیکھا لیکن وہاں ٹھہر انہیں اور مار یہ سوچ رہی تھی کہ کیا وہ ان نظروں میں گر کر دوبارہ سے اپنا مقام پاسکے گی؟ کیا وہ خود کو بدل سکے گی؟“]